مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

دارالافتاء

گذشتہ سے پیوستہ

موت کے بعد انسانی روح کا مستقر

اگست ۸۵ء کے شمارہ میں شاہ فاروق ہاشمی صاحب کے دو سوالات کے جوابات مدیر محدث حافظ عبدالرحمٰن مدنی کے قلم سے شائع ہوئے تھے ـــــ اب ہاشمی صاحب کے بقیہ سوالات اور اُن کے جوابات مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی طرف سے ہدیۂ قارئین ہیں۔ (ادارہ)

ہاشمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

۳۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ موت کے بعد انسان کی روح کا مستقر جنت ہے یا دوزخ یا عالم برزخ؟

بعض حضرات کا خیال ہے کہ موت کے بعد انسان اپنے اعمال کے مطابق روحانی طور پر جنت یا دوزخ میں چلا جاتا ہے (قبر یا عالم برزخ میں نہیں جاتا!)۔ ان کا استدلال درج ذیل آیات و احادیث سے ہے:

(ا) "حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوۡنَهُمۡ ..... قَالَ ادۡخُلُوۡا فِىۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ فِى النَّارِ - الآية!" (الاعراف: ۳۷، ۳۸)

(ب) "اِنَّ الَّذِيۡنَ تَوَفّٰٮهُمُ الۡمَلٰۤٮِٕكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ... فَاُولٰۤٮِٕكَ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا" (النساء: ۹۷)

(ج) اَلَّذِيۡنَ تَتَوَفّٰٮهُمُ الۡمَلٰۤٮِٕكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ... فَادۡخُلُوۡۤا

اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا - الْاٰيَة!" (النحل: ۲۸-۲۹)

(د) اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (النحل: ۳۲)

(ھ) قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۔" (یٰس: ۲۶)

(و) " بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۔" (آل عمران: ۱۶۹)

(ز) بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔" (البقرۃ: ۱۵۴)

—— اور اسی طرح مسلم، ابوداؤد، نسائی کی احادیث، جن میں شہداء کا بیان مذکور ہے کہ " اِنَّنَا اَحْيَآءٌ فِي الْجَنَّةِ!"

اسی طرح حدیث براء بن عازبؓ، کہ جب آپؐ کے صاحبزادے ابراہیمؑ فوت ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ ۔" —— اسی طرح روایت عائشہ صدیقہؓ کہ: " مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ ...... ! الحدیث!" اور " مَا مِنْ نَبِيٍّ يُقْبَضُ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ —— الحدیث!"

—— اور حدیث ام حارثہؓ کہ ان کے بیٹے کے متعلق آپؐ نے فرمایا، " اِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ وَاِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى!"

—— جبکہ نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا: " قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ" (التحریم: ۱۰)

سورۂ نوح میں فرمایا:

" اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۔" (نوح: ۲۵)

اسی طرح یہ حدیث کہ ایک شخص نے اپنے باپ کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: " اَبُوْكَ فِي النَّارِ"

اور آپؐ کا یہ ارشادِ گرامی کہ " دَخَلَ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فِيْ ذُبَابٍ وَّدَخَلَ النَّارَ رَجُلٌ فِيْ ذُبَابٍ" (مسند احمد)

ان کے علاوہ بھی کافی احادیث بخاری اور مسلم کی پیش کی جاتی ہیں۔

—— درج بالا آیات واحادیث کی روشنی میں صحیح عقیدہ کیا ہے؟

برزخ والی آیت " وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۔" (المؤمنون)

سے مراد قائل "برزخ" کے معنی "روح اور جسم میں جدائی" لیتا ہے نہ کہ عالمِ برزخ، اور دلیل یہ دیتا ہے کہ "برزخ کے معنی قرآن میں پردہ کے ہیں۔ نیز یہ کہتا ہے کہ "موت کے بعد برزخ نام کا عالم ہے تو پھر قرآن و حدیث سے دلیل معلوم ہونی چاہیئے!"

برائے مہربانی اس مسئلہ کا تشفی آمیز جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں!

۴۔ حدیث پاک میں ہے کہ:

"لَعَنَ اللهُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ۔"

اس حدیث کی رُو سے عورتوں کی زیارتِ قبور منع ثابت ہوتی ہے جبکہ تین دیگر روایات اس کے خلاف جاتی ہیں:

(ا) روایتِ ابن ابی ملیکہ، جس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اپنے بھائی جناب عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی قبر پر آنا ثابت ہے۔ اور جس میں آپؓ کے چند اشعار کا بھی ذکر ہے جو آپؓ نے اپنے بھائی کی قبر پر کھڑے ہو کر پڑھے تھے —— یہ ترمذی کی روایت ہے۔

(ب) بخاری اور مسلم کی ایک روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ "صبر کر!" تو وہ کہنے لگی "تجھے وہ مصیبت نہیں پہنچی جو مجھے پہنچی ہے۔"

(ج) "حسن بن حسن بن علیؓ جب فوت ہوئے تو اُن کی بیوی نے سال بھر ان کی قبر پر خیمہ لگایا، پھر اٹھا لیا۔ (بخاری)

—— یہ تین روایات اس لعنت والی حدیث کے خلاف جاتی ہیں، ان میں تطبیق کیسے ہو گی؟

۵۔ میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر کے سرہانے اور پائینتی کی جانب سورۃ البقرۃ کا اوّل و آخر پڑھا جاتا ہے، کیا یہ عمل سنت سے ثابت ہے؟

۶۔ آج کل جو ختمِ قرآن مروّج ہے، یعنی حفّاظ یا ناظر خوان حضرات کسی کی دعوت پر اس کے گھر جاتے ہیں اور ایک یا دو گھنٹہ میں پورا قرآن پڑھ ڈالتے ہیں۔ پھر برکت

یا مصیبت کے ٹل جانے کی دعا کی جاتی ہے، کیا یہ عمل خیر القرون میں ثابت ہے؟

۷۔ ہمارے ہاں اہلحدیث حضرات مشرک کا جنازہ بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ چاہے امام بھی بدعتی ہو یا مشرک! — اور اس پر دلیل یہ دیتے ہیں کہ نماز امام کی اپنی ہے، ہماری اپنی! — کیا یہ طرزِ عمل درست ہے؟

کیا بد عقیدہ امام کے پیچھے نماز درست ہے؟

والسلام!

(شاہ فاروق ہاشمی)

الجواب بعون الوہاب

برزخ کیا ہے؟

برزخ دو مختلف اور متضاد خصوصیات رکھنے والی چیزوں کے درمیان ایک تیسری حائل چیز کو کہتے ہیں جو ان دونوں کو ملنے نہیں دیتی۔ اور یہ مکانی بھی ہو سکتی ہے جیسے فرمایا،

۱۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ - بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ " (الرحمٰن ۱۹: ۲۰)

"اسی نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے کہ (اس سے) وہ تجاوز نہیں کر سکتے۔"

اسی آیت کی تشریح ایک دوسرے مقام پر یوں فرمائی،

۲۔ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا " (الفرقان: ۵۳)

"اور وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا۔ ایک کا پانی شیریں ہے، پیاس بجھانے والا۔ اور دوسرے کا کھاری، چھاتی جلانے والا، اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنا دی۔"

برزخِ مکانی کی دوسری مثال جنت اور دوزخ کے درمیان مقام اعراف ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حجاب کے لفظ سے بھی تعبیر فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۳- "وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ- الآية !" (الاعراف: ۴۶)

"اور ان دونوں (یعنی بہشت اور دوزخ) کے درمیان اعراف نام کی ایک آڑ ہے۔ اور اس مقام پر کچھ آدمی ہوں گے جو سب کو (یعنی اہلِ بہشت اور اہلِ دوزخ کو) ان کی صورتوں سے پہچانتے ہوں گے۔"

اور برزخ زمانی کی مثال یہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ- لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ۚ كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۖ وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ" (المومنون ۹۹، ۱۰۰)

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائیگی تو کہے گا کہ "اے پروردگار مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں، نیک کام کروں۔" ہرگز نہیں! یہ تو محض کہنے والے کی ایک بات ہوگی (جس پر عمل نہ ہوگا) اور ان کے ورے اٹھائے جانے کے دن (قیامت) تک برزخ ہے۔"

ان آیات سے درج ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں:

(۱) برزخ کا مفہوم محض ایک پردہ نہیں بلکہ یہ برزخ مکانی بھی ہو سکتا ہے اور زمانی بھی۔

(۲) آیت ۴ کے الفاظ "إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ" اس بات پر واضح دلالت کرتے ہیں کہ یہاں برزخ سے مراد زمانۂ برزخ یا عالمِ برزخ ہے نہ کہ محض ایک پردہ۔

(۳) مکانی کی صورت میں یہ برزخ دو مختلف اور متضاد خاصیت والی چیزوں کے درمیان ایک تیسری حائل چیز ہوتی ہے۔ جس میں دونوں طرح کی خصوصیات جمع ہو جاتی ہیں اور جو ایک دوسرے کو ختم کر دیتی ہیں۔ جیسے جنت اور دوزخ کے درمیان اعراف، جس میں نہ جنت کی نعمتیں ہوں گی نہ دوزخ کا عذاب۔ میٹھے اور کھارے دریاؤں کے درمیان برزخ، ایک ایسی باریک سی رَو کا جاری ہونا جس میں نہ مٹھاس ہوگی نہ کڑواہٹ۔ پھر کبھی کسی ایک چیز کی خصوصیات غالب ہو جاتی ہیں اور

دوسری چیز کی مغلوب۔ جیسے موت اور حیات کے درمیان برزخ ہے۔ جسے برزخی زندگی بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس عرصہ میں موت کی خصوصیات غالب تر ہوتی ہیں اور زندگی کی کمزور تر۔ اسی لیے قرآن مجید نے اس عرصہ کو بھی موت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

۳۔ زمانی کی صورت میں اس کا زمانہ کسی شخص کی موت سے لے کر تا قیام قیامت ہے۔ یہ محض ایک پردہ نہیں بلکہ طویل زمانہ ہے جس میں موت کے آثار غالب ہوتے ہیں۔ مگر کچھ نہ کچھ زندگی بھی ہوتی ہے جو ہمارے شعور سے ماوراء ہے۔ اسی زندگی کی بناء پر ہر مرنے والے کو مرنے کے دن سے عذاب یا ثوابِ قبر شروع ہو جاتا ہے۔ جو تا قیامِ قیامت جاری رہے گا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عذاب و ثوابِ قبر، قیامت کے بعد جنت اور دوزخ کے ثواب و عذاب کے مقابلہ میں کمزور بھی ہوتا ہے اور غیر مسلسل بھی! اور اس کی وضاحت میں اپنے ایک سابقہ مضمون "روح، عذابِ قبر اور سماعِ موتٰی" میں پوری تفصیل سے کر چکا ہوں۔

۴۔ برزخِ مکانی کی صورت میں اس زمانہ برزخ میں نیک ارواح کا مستقر "علیّین" اور بدارواح کا مستقر "سجّین" ہے۔

شہداء کا معاملہ باقی تمام اموات سے علیحدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے لیے نہ مقامِ برزخ ہے اور نہ زمانہ برزخ۔ نہ برزخی زندگی ہے نہ عذاب و ثوابِ قبر۔ بلکہ وہ شہید ہوتے ہی سیدھے جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور یہ ایک خصوصی اعزاز ہے۔

۵۔ اب رہی یہ بات کہ جن آیات یا احادیث میں مرنے کے فوراً بعد دوزخ کے عذاب اور جنتوں کی نعمتوں کا ذکر ہے اس کا کیا حل ہو؟ تو اس کا جواب بھی سابقہ تصریحات میں آ چکا ہے کہ مرنے کے فوراً بعد عذابِ دوزخ یا ثوابِ جنت شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ اس عذاب و ثواب سے، جو قیامت کے بعد ہو گا، کمزور بھی ہوتا ہے اور غیر مسلسل بھی۔ اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

"اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۚ قف اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ" (المؤمن: ۴۶)

"وہ صبح و شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اور جس روز قیامت برپا ہو گی تو حکم ہو گا کہ آلِ فرعون کو سخت عذاب میں داخل کر دو۔"

اور اہلِ جنت کے لیے بھی احادیث صحیحہ سے یہی کچھ ثابت ہوتا ہے کہ مومن کے لیے جنت کی طرف سے ایک روزن کھول دیا جاتا ہے۔ اور اسے کہا جاتا ہے کہ "نَمْ كَنَوْمِ الْعَرُوْسِ" یعنی" دلہن کی طرح میٹھی نیند سو جا"

رہی بات کہ قرآن میں موت کے ذکر کے بعد فا تعقیب کے ساتھ اور ماضی کے صیغہ میں آگ میں داخل ہونے کا ذکر کیوں آیا ہے، جیسے قوم نوحؑ کے متعلق ارشادِ باری ہے کہ" اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا" یا اس جیسی دوسری آیات و احادیث، تو اس کا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں اور اسی طرح قرآن میں بھی مستقبل کے لیے ماضی کا بکثرت استعمال ہوا ہے۔ جیسے" اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" حالانکہ اس آیت کو نازل ہوئے چودہ سو سال گزر گئے اور ابھی معلوم نہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ لیکن اس کے لیے بھی ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح" اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ" میں بھی ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ یہ بات بھی مستقبل میں قیامت کے قریب ہو گی۔

الغرض کسی شخص کی موت سے لے کر قیامت تک کے درمیانی عرصہ کو آپ زمانہ برزخ کہہ لیں یا عرصۂ برزخ یا عالمِ برزخ، قرآن کی آیت" وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ" کی موجودگی میں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ زائرات القبور:

زائرات القبور پر لعنت کے معاملہ میں تدریج زمانی اور اس کی حکمت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ابتداءً قبروں کی زیارت سے عورتوں اور مردوں سب کو منع کر دیا گیا تھا۔ اور اس کی وجوہ دو تھیں۔ ایک یہ کہ دورِ جاہلیت میں قبروں پہ بہت سے شرکیہ افعال بجا لائے جاتے تھے۔ اور دوسرے یہ کہ قبروں پر جا کر نوحہ اور بین کیا جاتا تھا، جو کبیرہ گناہ ہے۔ اور شرع میں اس کی شدید مذمت اور وعید آئی ہے۔ پھر چونکہ میت اور قبر پر نوحہ اور بین کرنے کے سلسلہ میں عورتیں، مردوں سے بہت آگے ہوتی ہیں ۔۔۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ یہ کام عورتوں ہی کا ہوتا ہے تو بے جا نہ ہو گا ۔۔۔ لہٰذا قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر بالخصوص اللہ کی لعنت کی وعید سنائی گئی۔ پھر آپؐ کے آخری زمانہ میں جب اسلام کے احکام

ذہنوں میں راسخ ہو گئے۔ اور مندرجہ بالا دونوں عوارض ختم ہو گئے۔ تو آپؐ نے بدیں الفاظ قبروں پر جانے کی رخصت فرما دی:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْھَا۔ (مسلم۔ کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا۔ اب تم قبروں کی زیارت کر سکتے ہو۔"

اور ساتھ ہی زیارتِ قبور کا فائدہ بھی بتلا دیا کہ "قبروں کی زیارت موت کو یاد دلاتی ہے۔" (مسلم) زیارتِ قبور آخرت کو یاد دلاتی ہے۔ ھاذم اللذات ہے۔ اور دُنیا سے بے رغبتی پر آمادہ کرتی ہے۔" (ابن ماجہ)

اب دیکھیے اس رخصت میں عورتوں کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ جب اس کے عوارض اور نقصانات کا خطرہ ہی نہ رہا تو پھر امتناع کی ضرورت بھی نہ رہی۔ تاہم اس مسئلہ میں اہل العلم کا اتنا اختلاف ضرور ہے کہ بعض تو اس رخصت میں عورتوں کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اور بعض دوسرے عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کو منع نہیں کہتے۔ البتہ مکروہ ضرور سمجھتے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذیؒ اس پر محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"قَدْ رَاٰی بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّ ھٰذَا قَبْلَ اَنْ یُّرَخِّصَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِیْ رُخْصَتِہِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ وَقَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّمَا کُرِہَ زِیَارَۃُ الْقُبُوْرِ لِلنِّسَاءِ لِقِلَّۃِ صَبْرِھِنَّ وَکَثْرَۃِ جَزْعِھِنَّ۔"
(مشکوٰۃ۔ کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور)

"بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ زائرات القبور پر اللہ کی لعنت کی وعید اس رخصت سے قبل کا معاملہ ہے جو آپؐ نے زیارتِ قبور کے سلسلہ میں دی۔ پھر جب آپؐ نے رخصت دے دی تو اس رخصت میں مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ اور بعض اہلِ علم یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کے لیے

اب بھی زیارتِ قبور، ان کے قلتِ صبر اور کثرۂ جزع کی وجہ سے مکروہ ہے۔"

ان تصریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ جس عورت سے جزع وفزع، قلتِ صبر اور نوحہ و بَین میں شرکیہ افعال کا خدشہ ہو، اس کے لیے آج بھی زیارتِ قبور ممنوع ہے۔ اور اس کے اس کام پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور جس عورت سے ایسا خدشہ نہ ہو اس کے لیے زیارتِ قبور میں چنداں مضائقہ نہیں۔

ہاشمی صاحب کی تینوں مندرجہ احادیث کا جواب تصریحاتِ بالا میں آگیا ہے۔ البتہ تیسری حدیث جس میں مذکور ہے کہ "حسن بن حسن بن علی جب فوت ہوئے تو ان کی بیوی نے سال بھر ان کی قبر پر خیمہ لگایا۔ پھر اٹھا لیا" بخاری میں مذکور ہونے کی وجہ سے ہم اس واقعہ کو تو درست تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس واقعہ کو درست تسلیم کر لینے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ حسن بن حسن بن علی کی بیوہ کا یہ عمل امت کے لیے حجت بھی ہو؟

۵۔ دفن کے بعد قبر پر میت کے سرہانے اور پائنتی کی جانب سورۃ البقرۃ کا اول و آخر:

اس سلسلہ میں دو روایات منقول ہیں۔ پہلی یہ ہے:

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَاَبُوْدَاوُدَ الثَّانِيَةَ۔ (مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب دفن المیت)

"ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جب میت قبر میں رکھ دی جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے "بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" اور ایک دوسری روایت میں "عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" کی بجائے "عَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" کے الفاظ ہیں۔" (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد۔ ابوداؤد نے "عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" کے بجائے "عَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" کے الفاظ درج کیے ہیں۔ پس یہ عمل صحیح ہے!

لیکن دوسری روایت جو مستفسر کے سوال کی مناسبت کے لحاظ سے

واضح رہے، وُہ یوں ہے:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَأَسْرِعُوْا بِهِ إِلٰى قَبْرِهِ وَلْيُقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِهِ فَاتِحَةُ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ وَالصَّحِيْحُ أَنَّهُ مَوْقُوْفٌ عَلَيْهِ." (مشکوٰۃ حوالہ ایضاً)

"عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپؐ فرماتے تھے، "جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اسے مت روکو اور اس کو قبر کی طرف لے جانے میں جلدی کرو۔ اور اس کی قبر کے سرہانے سورۃ البقرۃ کی ابتدائی آیات (الْمُفْلِحُوْنَ) تک پڑھی جائیں اور اس کی پائینتی سورۃ البقرۃ کی آخری آیات (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک) پڑھی جائیں۔" اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا اور کہا کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف علیہ ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی اس اثر کی روشنی میں بعض علماء نے قبر کے سرہانے اور پائنتی کی جانب سورۃ بقرۃ کا اول و آخر پڑھنا مشروع کہا ہے۔ حالانکہ یہ مرفوع ثابت نہیں۔ جیسا کہ خود اس روایت میں امام بیہقی کا قول مذکور ہے کہ یہ اثر مرفوع نہیں بلکہ اس کا موقوف ہونا اصح ہے۔ لیکن محققین کی تحقیق کے مطابق اس عمل کے ابن عمرؓ سے ثابت ہونے میں بھی کلام ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے "مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح از مولانا عبید اللہ مبارکپوری) لہٰذا یہ امر غیر ثابت ہے۔

۶۔ ختم قرآن کی مروّجہ صورت:

ختم قرآن کی جس صورت کا مستفسر نے ذکر کیا ہے، یہ نہ سنتِ رسولؐ ہے نہ سنّتِ صحابہؓ اور نہ کسی تابعی کا عمل۔ بلکہ یہ بدعت ہے۔ پھر جس طرح یہ حضرات قرآن کو بگاڑ کر پڑھتے ہیں۔ یا بعض دفعہ درمیان میں صفحوں کے صفحے بغیر پڑھے چھوڑ جاتے ہیں، ان پر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہی صادق آتا ہے:

" وَرُبَّ قَارِئٍ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ "

" قرآن کو پڑھنے والے کئی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ تو قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کر رہا ہوتا ہے۔"

۷۔ مشرک کا جنازہ:

اس سوال کے دو حصے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ کیا مشرک کا جنازہ پڑھا جا سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشرک کے لیے دعائے مغفرت سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع فرما دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ " (التوبۃ: ۱۱۳)

" نبیؐ اور مسلمانوں کے شایان نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ مشرک اہلِ دوزخ ہیں، تو ان کے لیے بخشش مانگیں۔ گو وہ ان کے قرابت دار ہی ہوں "

اور نمازِ جنازہ بھی چونکہ دعائے مغفرت ہی ہوتی ہے۔ اس لیے مشرک پر نمازِ جنازہ کا امتناع ثابت ہوا۔

آیت کے الفاظ " مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ " سے یہ گنجائش البتہ نکل سکتی ہے کہ ایسے مشرک جو بے علمی کی وجہ سے اور رسمی طور پر لوگوں کی دیکھا دیکھی شرکیہ افعال بجا لاتے ہوں، ان کی نمازِ جنازہ ادا کی جا سکتی ہے لیکن جو مشرک سب کچھ سمجھنے کے باوجود اپنے شرک پر اڑا ہوا ہو۔ اس کے لیے نمازِ جنازہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں۔

اس سوال کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ اگر امام بدعتی ہو یا مشرک، تو اس کے پیچھے نمازِ جنازہ پڑھی جا سکتی ہے؟ اس دلیل کے ساتھ کہ نماز امام کی اپنی ہے اور ہماری اپنی؟ نیز کیا بد عقیدہ امام کے پیچھے نماز درست ہے؟

بد عقیدہ شخص کی امامت درست نہیں۔ اور ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے لیکن اگر اتفاقاً ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی نوبت آ جائے تو علیحدہ نماز ادا

کرنے کی بجائے اس کے پیچھے ہی نماز ادا کر لینی چاہیے۔ لیکن مستقل طور پر ایسے امام کے پیچھے نماز درست نہیں۔

اور اگر نمازِ جنازہ ہو، اور میت تو مشرک نہ ہو لیکن امام بدعتی یا مشرک ہو۔ تو راقم کے خیال میں اضطراراً اس کے پیچھے بھی نماز ادا کر لینا چاہیے۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب ۔

مشعر و ادب

جناب عبدالرحمٰن عاجز

یہ خاکِ گورِ غریباں ہے، اسکو غور سے دیکھ

یہ ایک بات ہی بس باعثِ مسرت ہے
کہ دل میں تیری تمنا تری محبت ہے

گناہ گار کو فردوس کی بشارت ہے
زباں پہ توبہ اگر قلب میں ندامت ہے

جزائے حسنِ عمل تو تری عنایت ہے
سزائے کفر و بغاوت تری عدالت ہے

کسی کی شان کا نشاں ہیں مناظرِ قدرت
ذرا سا فکر یہ افضل تریں عبادت ہے

ملالِ جاں کا نہ کر، دل کو تو عزیز نہ رکھ
یہ راہِ شوق ہے یہ منزلِ شہادت ہے

گلہ کسی سے نہ کر "پستیٔ مقدر" کا،
نہ جانے کیا ترے اللہ کی اس میں حکمت ہے

انہیں کہاں ہے زمانے میں فرصتِ عشرت
کہ جن کے پیشِ نظر قبر ہے قیامت ہے

یہ چیز مل نہیں سکتی زر و جواہر سے
سکونِ دل تو بس اللہ کی عبادت ہے

یہ خاکِ گورِ غریباں ہے اسکو غور سے دیکھ
ہر ایک ذرہ یہاں کا مقامِ عبرت ہے

اجل کی تیز نگاہیں ہیں ہر جگہ رقصاں،
نہ جانے پھر بھی یہاں کیوں تو محوِ غفلت ہے

وہ دوست جان چھڑکتے تھے تجھ پہ جو عاجزؔ
نشانِ قبر ہے اُن کا نہ نقشِ تربت ہے!